ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی صوفی فکر کا تجزیاتی مطالعہ

Mystic Thoughts of Dr Muhammad Ishaq Qureshi (An Analytical Study)

Dr. Imrana Shahzadi
Assistant Professor, Department of Arabic, Govt. College Women University, Faisalabad: drimrana@gcwuf.edu.pk

Ayesha Ramzan
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Govt. College Women University, Faisalabad: ayesharamzan933@gmail.com

Abstract:

The name of making Islamic teaching a part of your life with sincerity and its inner beauty is actually Sufism , in this world there are many personalities who talks about Sufism and become inspiration to follow islam through sufi thoughts, Dr Muhammad Ishaq Qureshi is also an active part of this movement,every corner of his life seems to be influenced by Sufism may be that's why he left a remarkable work in this field ,her way of explaning the maysteris thoughts provides us a new path to argue with the oponents and push us to follow those who devote their lives to learn about the real Islamic philosophy.

Key words: *Ishaq qureshi , mystism , Analytical study , Quran, Sunnat.*

صوفیاء کرام اس دنیا میں خدائے بزرگ و برتر کے بھیجے ہوئے وہ موتی ہیں کہ اگر یہ کسی شخص کی زندگی میں جاگزیں ہو جائیں یا کسی کے کردار میں جڑ جائیں تو اس کی زندگی کو ایک نایاب ہیرا بنا دیتے ہیں، ایک ایسا ہیرا کہ جس کے الفاظ کی چمک، کردار کی مہک اور اعمال کی پنکھڑیاں صاحبِ بصیرت اشخاص کو متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑ تیں اور وہ شخص انہی صوفیا کا ایک نمائندہ سا لگنے لگتا ہے۔

ایسی ہی کچھ صورتحال ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے حوالے سے بھی دیکھنے کو ملتی ہے، آپ کا شمار بھی ان چند شخصیات میں سے ہوتا ہے کہ جن کی صوفیاء کرام سے وابستگی، والہانہ محبت اور لگن نے آپ کو ایک نایاب ہیرا بنا دیا کہ ڈھونڈنے سے بھی جو کسی کو آج تک نہیں مل سکا۔

آپ کی شخصیت کا ایک ایک پہلو صوفیاء کرام کی حیاتِ مقدسہ سے متاثر کن دکھائی دیتا ہے، پھر چاہے وہ بچپن کے حالات وواقعات ہوں یا عمل و کردار کا عظیم تانابانا، باہمی لین دین ہوں یا گھریلو معاملات، تعلیمی میدان ہو یا غیر رسمی گفتگو حتٰی کہ ہر گوشہ تقلیدِ اولیاء اور تعظیمِ اولیا کا ضامن نظر آتا ہے۔

تعارف:

۱۹۳۸ عیسویں بتاریخ ۵ مارچ امرتسر میں ایک درخشندہ ستارہ طلوع ہوا جسے عالمِ علم و تحقیق ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے نام سے جانتی ہے۔

آپ نے امرتسر کے مشہور خطیب بشیر الحق صدیقی کے گھر آنکھ کھولی۔ آپ پانچ بھائی ہیں اور ایک بہن ہے۔[1]

محبتِ مصطفیٰ ﷺ اگر قسمت میں لکھی جاچکی ہو تو ہر عمل بمطابقِ سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہوا کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا شمار بھی انہی چند ایک شخصیات میں سے ہوتا ہے کہ جن کی محبتِ مصطفیٰ ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ان کا عمل ہے اور خدا کا کرم ان پر کچھ اس انداز میں ہوا کہ ان کو ہجرت جیسی عظیم سنت پر بھی عمل پیرا ہونے کا موقع میسر آیا چناچہ ۹ سال کی عمر میں پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے باعث اپنے خاندان کے ہمراہ لاہور (شاہدرہ) ہجرت کی اور پھر کچھ عرصہ یہیں قیام کیا۔

آپ کا تعلق علمی و دینی خانوادہ سے تھالہذا تعلیم و تدریس کی طرف رجحان فطری عمل تھا۔

تعلیم و تدریس

ابتدائی تعلیم کے چند مراحل آپ نے ہندوستان سے طے کیے اسی دوران آپ نے فارسی و عربی کا اکتسابِ فیض اپنے والدِ محترم جناب بشیر الحق قادری سے کیا۔

ہجرت کے مقدس فریضہ کی ادائیگی کے بعد آپ نے میٹرک کا امتحان شاہدرہ سے پاس کیا اور نہ صرف پاس کیا بلکہ بورڈ میں نمایاں نمبروں کے ساتھ پوزیشن بھی حاصل کی۔

---

[1] ریاض احمد قادری، پروفیسر، تعارف ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (کالم)، مشمولہ نعت کائنات

اپنی گریجویشن آپ نے اسلامیہ کالج لاہور سے کی جبکہ آپ اورئینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں ایم-اے عربی گولڈ میڈلسٹ بھی ہیں، یہی نہیں بلکہ آپ نے ایم اے اسلامیات بھی کیا اور اس میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔[2]

کامیابیوں اور حصولِ تعلیم کا سلسلہ ابھی کہاں تھما تھا اسی لیے آپ نے ۱۹۸۱ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پی-ایچ-ڈی کی ڈگری مکمل کی اور اس کی تکمیل کے لیے آپ نے مایہ ناز مقالہ لکھ ڈالا جس کا عنوان "برصغیر میں عربی نعت گوئی" ہے اس مقالہ کی مقبولیت ہر خاص وعام پر عیاں ہوئی اور اس سے نہ صرف آپ کی مقبولیت ہوئی بلکہ آپ کی نعت اور صاحبِ نعت ﷺ سے والہانہ محبت کا ثبوت بھی لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکا۔

اسی شہرت اور دوام کا یہ نتیجہ تھا کہ مختلف تعلیمی اور تربیتی اداروں نے آپ کی اپنے ادارے میں تقرری کو اپنے لیے بطور شرف تسلیم کیا۔[3]

آپ نے مختلف اداروں میں تدریسی اور انتظامی امور سرانجام دیے ذیل میں ان کا مختصر ڈھانچہ پیشِ نظر ہے:

گورنمنٹ کالج ساہیوال	(لیکچرار عربی)
گورنمنٹ کالج فیصل آباد	(صدر شعبہ عربی واسلامیات، پرنسپل)
ڈائریکٹر کالج فیصل آباد ڈویژن	
گورنمنٹ اسلامیہ کالج فیصل آباد	(پرنسپل)
محی الدین اسلامک یونیورسٹی آزاد کشمیر	(وائس چانسلر)
مرکزِ تحقیق فیصل آباد	(بانی مرکزِ تحقیق ۲۰۰۲ء)
خطیب جامع مسجد حنفیہ	

علم وحکمت کا یہ چراغ ۱۶ ستمبر ۲۰۲۱ء کو دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔

---

[2] www.mustafainews.com

[3] محمد رمضان جامی، ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی حیات وخدمات (کالم)، مشمولہ: مصطفائی نیوز، فیصل آباد، ۱۷ ستمبر ۲۰۲۱ء

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے صوفی افکار:

محبتِ مصطفیٰ ﷺ ایسی عظیم عطا ہے کہ جو بھی اس سے مستفید ہوا دنیائے ذی شعور میں اس کا شہرہ ہوا کیونکہ اللہ رب العزت نے خود اپنے حبیب سے ان کے ذکر کی بلندی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"ورفعنا لک ذکرک[4]

ترجمہ: (اور بے شک ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا)

اس ذکر کی بلندی میں اب اللہ کریم نے جن لوگوں کو چنا وہ یقیناً گوہر ہوں گے، بارگاہِ رسالت کے ستارے ہونگے کہ جن کی چمک چمکِ خورشید کی مانند ہو گی ان ہستیوں نے اب جو اس عظیم عنصر و مقصدِ تبلیغ کو پکڑا کہ جس کی منزل مدینہ شریف ہے۔

لہذا اس کا اجر اللہ کریم نے ان کو یہ عطا کیا کہ وہ دنیا اور آخرت کے جگ مگ کرتے انمول ہیرے بن گئے کہ دنیا جس کی تلاش میں رہے اور جس کی تگ و دو انسان کو دنیا سے دور کر دے۔ یہ ہستیاں بلا شبہ اولیاء وصوفیاہیں جن کے سینے عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے پُر ہیں اور جن کے لب محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی زبان بولتے ہیں اور جن کی آنکھیں صرف مدینہ شریف کو دیکھتی ہیں۔

نسبتوں کا یہ تانا بانا ایسے ہی جڑتا چلا گیا اور پھر ان ہستیوں سے جس نے عقیدت اختیار کی اور جس نے ان کی محبت اور ان کے ذکر کی تبلیغ و ترویج کی تو اللہ کریم نے اس کی زندگی کو بھی مثلِ آبِ حیات بنا دیا کہ لوگ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کریں، ان کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور اپنی دنیا و آخرت کے بنجر کھیت کو سیر اب کر لیں۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کچھ ایسے ہی فرائض سر انجام دیے آپ نے اپنی پوری زندگی محبتِ صوفیاء کے ذریعے محبتِ مصطفیٰ ﷺ میں گزاری۔ آپ نے صوفیاء کی حیات کا ذوق سے مطالعہ کیا اور صوفی ارادت سے وابستہ ہونے کا ثبوت دیا۔ آپ تصوف سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے تصوف کی اصل روح پر بات کی، اس کی نت نئ جہتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے نیز تصوف اور حیاتِ صوفیا کے ان اسرار و رموز سے حیاتِ انسانی کو روشناس کرایا ہے کہ دنیا جس کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتی۔

---

[4] الم نشرح (۹۴)۴

اس سلسلے میں آپ کی تین کتب، "جمالِ نقشبند"، "بہارِ چشت" اور "نفحاتِ تصوف" نمایاں حیثیت کی حامل ہیں آپ کی ان کتب کے زیرک مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے تصوف کی ہر جہت کو موضوع بحث بنایا ہے اور پھر نہایت مدلل انداز سے وضاحت بھی فرمائی ہے۔

1 حقیقتِ تصوف:

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے نہایت احسن انداز میں نیز تصوف کے دقائق کو جانتے ہوئے اس کی اصل تعریفات بیان کیں ہیں اور مفصل انداز میں اس کی اصطلاحات کی توجیہات کی وضاحت فرمائی ہے۔

آپ نے اصطلاح "تصوف" کے لغت میں استعمالات کو واضح فرماتے ہوئے بیان کیا ہے کہ تصوف کے معنیٰ ہر دور میں لغت کے اعتبار سے مختلف رہے ہیں، بعض جگہوں پر تصوف کو صوف سے مشتق قرار دیا ہے تو کبھی اسکی معنوی مناسبت سے اس کو صفا سے عبارت قرار دیا ہے لیکن قریشی صاحب نے اس بات کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ جب تصوف کے معنیٰ میں واضح تخصیص نہیں کی گئی تھی اور اس کے مفاہیم کو ظاہری لباس سے یا بعض اہم مناسبتوں سے معلق قرار دیا گیا جو کہ لغت کے اعتبار سے احسن تحقیق تھی مگر حق کے ساتھ باطل ہمیشہ سے رہا ہے یہی وجہ ہے کہ بے شمار لوگ جو اس اصطلاح کے ہر گز مصداق نہ تھے اور قطعی طور پر شریعت کے پیروکار نہ تھے انہوں نے بھی خود کو صوفی کہلوانا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بے عمل، غیر شرعی اور ہر طرح کے عیوب والے اشخاص نے اس فکر کی اصل روح کو متاثر کرنا شروع کیا،[5] لیکن حقیقی اللہ والے جن کی حیات کا مقصد ہی حق اور باطل کو واضح کرنا اور پھر باطل کو جڑ سے ختم کر دینا ہے انہوں نے اس اصطلاح کی تخصیص فرمائی اس تخصیص سے عوام الناس پر حقیقی صوفی کا نقشہ عیاں ہوا اور صوفی کے نقاب میں چھپے لوگوں کی اصل حقیقت رونما ہوئی۔

ان شخصیات میں سے قریشی صاحب نے جن کا ذکر فرمایا ہے ان میں داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سرِ فہرست ہیں۔ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں:

> "صوفی وہ ہے جو آپ سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو، اپنی طبیعت کے قبضہ سے رہائی پائے ہوئے ہو اور حق کے ساتھ ملا ہوا ہو۔[6]

-[5]

[5] اسحاق قریشی، بہارِ چشت، ص:۲۴

[6] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۱۵

ان شخصیات نے تصوف اور صوفی کی وضاحت نہایت اجمل انداز میں فرمائی ان کے ہاں حقیقی صوفی وہ ہے جو اپنی ذات کو فنا کر کہ حق میں یوں محو ہو چکا کہ اس کا دل شفاف بمنزلہ آئینہ ہو گیا ہو، خواہشاتِ نفسانی جس کی ذات کا حصہ نہ ہوں اور جس کا عمل لائق تحسین ہو۔

حیاتِ صوفیا ذریعہ ہدایت:

دنیائے تصوف کا مطالعہ اس بات کا متقاضی ہے ہوتا ہے کہ جن شخصیات کے باعث اس عمل نے ترویج پائی، اور جن کے مرہونِ منت اس تحریک نے تعمیر و تشکیلِ نو کی دنیا کا سفر طے کیا ان کا لازماً ذکر کیا جائے اور ان کی قابلِ ستائش قربانیوں اور محنتوں کو خراجِ عقیدت کے پھول نوازے جائیں۔

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اپنی کتب ان صوفیا کا ذکر فرمایا ہے جو سلسلہ صوفیا میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جب بھی روحِ تصوف کی بحث ہو گی ان شخصیات کے اسماء لازماً مذکور ہوں گے۔ ان شخصیات میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نامِ مبارک سب سے نمایاں ہے کیونکہ آپ بہت سے سلاسلِ طریقت کے بزرگِ اول ہیں نیز آپ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ،، حضرت شیخ احمد سر ہندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حجرت خواجہ محمد یار فریدی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔[7]

اور نہ صرف آپ نے ان ہستوں کا تعارف ذکر فرمایا ہے بلکہ مختلف جہتوں سے ان کی تعلیمات کا بھی ذکر کیا ہے۔ نیز آپ نے واضح کیا ہے کہ ان صوفیاء عظام کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کس قدر والہانہ محبت تھی اور نہ صرف محبت تھی بلکہ آپ نے ان کی زندگی کے ہر پہلو کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنایا اور اس اطاعت سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ محبت اطاعت کا تقاضہ کرتی ہے محض عقیدت اسلام میں مطلوب نہیں ہے بلکہ عقیدت وہی معتبر ہے کہ جس میں صاحبِ عقیدت ہستی کے ہر عمل کی پیروی کی جائے ہر حکم کو فوری عملی جامہ پہنا دیا جائے۔

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے وضاحت فرمائی ہے کہ ہر دور میں خواہ وہ عوام الناس ہوں یا بادشاہِ وقت انہوں نے یہ طرہ اپنایا کہ ان ہستیوں سے عقیدت و محبت کی تو انتہا کر دی مگر جب بات تعمیلِ حکم کی آئی تو انہوں نے

[7] اسحاق قریشی، بہارِ چشت، ص:۲۸

اس پر سکوت اختیار کرتے ہوئے ان کے ہر حکم کو نظر انداز کر دیا یہی وجہ ہے کہ پھر ان ہستیوں نے بھی ان سے اعراض کیا بلکہ ان کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ صوفیا کرام کی حیاتِ مقدسہ کا مقصد ہمیشہ سے ہے تبلیغِ حق رہا ہے نا کہ محبتیں اور عقیدتیں سمیٹنا کیونکہ جو ہستیاں بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوا کرتی ہیں انہیں دنیاوی عزت وجاہ کبھی متاثر نہیں کرتا۔[8]

یہ وہ شخصیات تھیں جنھوں نے اصلاح عقائد سے لیکر اعمال کی درستگی نیز اخروی فلاح جیسے ہر مقصدِ عظیم کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرمائی ہے اور قیامت تک کے اہلِ علم ان شخصیات کے علم اور طریقہ تبلیغ سے متاثر ہیں۔

مجددی فکر کی دورِ حاضر میں معنویت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کا شمار ان جگمگاتے ستاروں میں سے ہوتا ہے کہ جنھوں نے دین اسلام کی تجدید فرمائی اور یقیناً ایسی ہستی دوبارہ ابھی تک اس دنیا نے نہیں دیکھی ہو گی۔

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے نہایت احسن انداز میں مجددی فکر کی موجودہ پُر خطر دور میں ضرورت و اہمیت کو واضح کیا ہے آپ نے ان نکات کو واضح فرمایا ہے کہ جن کی بدولت آج نہ صرف خانقاہوں میں بہتری آسکتی ہے بلکہ ایک شخص کی انفرادی زندگی میں بھی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔

آپ نے واضح کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کا نچوڑ اطاعت و محبتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔[9] شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ کامیابی تب ہی ممکن ہے کہ جب ہر عمل حضور ﷺ کی اطاعت کی صورت میں ظاہر ہو، دنیا کی کوئی فکر ہو کوئی تحریک ہو کامیاب تبھی ہو سکتی ہے کہ جب وہ حضور ﷺ کی سنتِ مبارکہ کی پیروی میں ہو۔ڈاکٹر محمد سحاق قریشی صاحب اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری محنت مقامِ رسالت کے تحفظ کے لیے تھی کہ رسول ﷺ کا عمل معتبر ہے قول معتبر ہے آپ نے جو فرمایا وہی سب کچھ ہے اس کے سوا تصوف کچھ نہیں۔[10]

تصوف کی تو بنیاد ہی سراسر پیروئ مصطفیٰ ﷺ ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح فرمایا ہے کہ ہمیں پیروئ رسولِ خدا ﷺ کی خاطر عملِ صحابہ کو مشعلِ راہ بنانا ہو گا کہ جس طرح حضرت عمر فاروق رضی

---

[8] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۳۴۴

[9] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۱۵۱

[10] ایضاً

اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کے قافلے کے ہمراہ سفر فرمایا ایک مقام پر آپ رضی اللہ عنہ ٹھر گئے پوچھا گیا کہ آپ کیوں نہیں چل رہے فرمایا فلاں مقام سے آپ ﷺ گزرے ہیں میں بھول گیا ہوں کہ اس مقام پر آپ ﷺ نے اپنا کونسا قدم مبارک پہلے اٹھایا تھا میں نہیں چاہتا کہ اس راستے کو پار کرنے میں میں کہیں سنت میں کوتاہی کر جاؤں۔[11]

یہ درحقیقت تصوف ہے اور مجدد الف ثانی نے بھی اسی کی جانب لوگوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔

دوسری اہم چیز جو مجددی فکر کے حوالے سے ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے واضح کی ہے وہ ہے عظمتِ صحابہ کا لحاظ، ہر شخص جو اس دنیا میں ایک کامیاب زندگی گزارنا چاہتا ہے اور اخروی فلاح کا طلبگار نیز خصوصاً بالخصوص خوشنودئی مصطفیٰ ﷺ کا خواہاں ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اصحابِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و رفعت کا خاص لحاظ رکھے اور اس سلسلے میں اس بات کا واضح اہتمام جھلکنا چاہیے کی کسی طور بھی صحابہ کی عظمت میں کہیں کوتاہی نہ ہونے پائے۔

قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ ماسابق دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض فتنہ طبیعت لوگوں نے شانِ صحابہ میں نعوذ باللہ تقصیر کی غرض سے نیز تصوف اور مقامِ ولایت کے حوالے سے لوگوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی غرض سے یہ بیانیہ اپنانا شروع کی کہ مقامِ ولایت مقامِ صحابہ سے بلند ہے (نعوذ باللہ)۔

ایسا عقیدہ رکھنا کسی طور درست نہیں ہے، مقامِ صحابہ تمام مسلمانوں سے بڑھ کر ہے کوئی بھی شخص صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے مماثل نہیں ہو سکتا کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین وہ ہستیاں ہیں جن کو زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا شرف نصیب ہوا۔

تیسرا نکتہ جو ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے مجددی فکر کے حوالے سے پیش کیا ہے وہ نکتہ شریعت اور طریقت میں توازن کا ہے۔[12] یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ طریقت شریعت پر چلنے کے ایک انداز کا نام ہے، شریعت پر کس طرح کاربند ہونا ہے طریقت اس اطاعت کا لائحہ عمل پیش کرتی ہے، شریعت میں اگر حکم ہے کہ پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی فرض ہے تو طریقت ہمیں کثرتِ نوافل کا درس دیتی ہے تاکہ جسم کو عبادت کی عادت ہو جائے اور اعضائے جسمانی یوں رواں ہوں کہ جب ادائیگی نمازِ پنجگانہ کا موقع آئے جسم بخوشی اس کی جانب دوڑے۔

---

[11] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، ص:۳۵۱

[12] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۳۴۷

طریقت کو محض کرامات اور عقیدت تک محدود کرنا در حقیقت طریقت کے اصل حسن اور اسکی روح کو محدود و مفقود کر دینے کا نام ہے،لہذا طریقت سمندرِ شریعت سے رواں دریا کا نام ہے۔

مجددی فکر ہر لحاظ سے رہنمائی کا ایک مستند ذریعہ ہے،ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں دیگر معاملات پر رہنمائی فرمائی ہے وہیں آپ نے امارت و حکومت کی صحیح نہج کا بھی تعین فرمایا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا کہ حکومت وہی دوام پکڑ سکتی ہے کہ جو شریعتِ مطہرہ پر کاربند ہو گی ،دنیاوی جاہ و لالچ کسی طور دیرپا اسلامی حکومت کے قیام کو یقینی نہیں بنا سکتا نیز آپ نے عوامی رویے کو بھی ایک نئ سمت سے روشناس کرایا ہے فرماتے ہیں کہ اگر اسلامی حکومت، شریعتِ مطہرہ سے ہٹنے لگے اور اس کے متبادل کوئی غیر اسلامی حکومت ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس اسلامی حکومت کو مسلسل تبلیغ کے ذریعے درست سمت پر کاربند کیا جائے اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند نہ کیا جائے کیونکہ ایک غیر اسلامی حکومت سے ایک مسلمان کی حکومت ہر طور بہتر ہوتی ہے۔ نیز عوام کو بھی اولیاء متقدمین کی سیرت پر عمل پیرا ہو کر رد عمل کے احن اقدام کو اپنانا چاہیے۔[13]

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہی نظام کی بحالی کے بے شمار کاوشیں کیں ہیں، آپ فرماتے ہیں اصل گدی کی حقدار شخصیات ہوہی ہیں کہ جن کے منبر سے محبتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مہک آتی ہو، جو روح کے آئینے کو مدینۃ المصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے منظر سے انعکاس پذیر کر دیں۔[14] اور شریعت مطہرہ کو انسان کی حیات سے پیوست کر دیں۔

المختصراً مجددی افکار ہر دور میں ہر مومن مسلمان کی زندگی کی تعمیرِ نو کا بنیادی و غیر متزلزل ذریعہ ہیں۔

علمِ فقہ اور تصوف کا باہمی ربط:

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ علمِ فقہ اور تصوف دونوں باہم ملے ہوئے ہیں جس طرح شریعت اور طریقت میں گہرا ربط ہے اسی طرح فقہ بھی شریعت پر چلنے کا ہی ایک طریقہ ہے۔

تصوف اگر باطن سے بحث کرتا ہے تو علمِ فقہ انسان کے ظاہری امور کو سلجھانے کا اولین راستہ ہے، ہم دیکھتے ہیں بعض مقامات پر صوفیا اور فقہا میں تفاوت نظر آتا ہے[(14)] لیکن اگر دقیق مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو گا کہ یہ

[13] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۳۴۸

[14] ایضاً، ص:۱۳۰

تفاوت محض فکری تھا، لائحہ عمل کا تھا نیز سوچ اور نظریے کا تھا کسی طور بھی اس تفاوت کو اس کی اصل سے جوڑنا اور اس کو مخاصمت کا نام دینا جائز نہیں ہے۔

ترکِ دینا کی بجائے ترکِ معصیت:

تصوف کی مخالفت ہر دور میں مختلف جہتوں سے سامنے آئی ہے بعض لوگوں نے صوفیا پر رہبانیت کا الزام عائد کرتے ہوئے ان کا انکار کیا ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے اس کی واضح اور مدلل جہات اور وجوہات پیش کی ہیں، آپ لکھتے ہیں کہ اولیا کاملین اور صوفیا عظام نے جب گوشہ نشینی اختیار کی تو اس کی وجہ ارد گرد کے معاشروں میں موجود بے راہروی کی لہریں، معصیت کی انتہائیں، حق کو قبول کرنے والے اذہان کی کمی اور شریعت سے لاعلمی اختیار کرنے والے قلوب کی زیادتی تھی۔ لہٰذا اس قسم کے لوگوں پر جب تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہو رہا ہو تو صوفیا کرام کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ وہ تنہائی اختیار کر کہ ان تمام معصیتوں سے خود کو بہت دور کر لیتے ہیں۔[15] نیز حیاتِ مصطفیٰ ﷺ کا مطالعہ اس بات کا شاہد ہے کہ آپ ﷺ بھی گوشہ نشینی اختیار فرمالیا کرتے تھے اس گوشہ نشینی کا مقصد خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر عبادت میں مقامِ عبدیت سے بھی بلند مقام حاصل کرنا نیز ان لوگوں کی اصلاح کے لیے کوئی آئندہ لائحہ عمل طے کرنا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ صوفیاء عظام نے بھی گوشہ نشینی اختیار کی اس کا مقصد قطعاً راہِ فرار اختیار کرنا اور رہبانیت اختیار کرنا نہیں ہے۔[16]

سلاسلِ طریقت غیر اسلامی یلغار کو روکنے کا ذریعہ:

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے واضح فرمایا ہے کہ سلاسلِ طریقت صرف چار سلاسل کی فہرست تک محدود نہیں ہیں بلکہ اور بھی بہت سے سلاسلِ طریقت سامنے آئے جن میں سلسلہ حبیبیاں، طیفوریاں، کرخیاں، سقطیاں، جنیدیاں، طوسیاں اور فردوسیاں وغیرہ

ان تمام سلاسل کے وجود میں آنے کی وجہ ہر دور میں موجود لادینی یلغار تھی کہ جس کو یوں رواج پذیر دیکھنا صوفیا کو گوارہ نہ تھا لہٰذا اس الحاد کے طوفان کو روکنے کے لیے صوفیا کرام نے ہمہ جہت کاوشیں کیں، یہ تمام

---

[15] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۲۶

[16] ایضاً

سلاسل انہی کاشوں کا ثبوت ہیں مگر اپنی اثر انگیزی کے حوالے سے چار مشہور سلاسلِ طریقت کے مقابلے میں یہ سلاسل زیادہ مشہور نہ ہوئے۔[17]

سلسلہ نقشبندیہ کے دوام کی اصل وجہ:

سلسلہ نقشبندیہ کا شمار چار مشہور و معروف سلاسلِ طریقت میں ہوتا ہے، اس سلسلہ کے آئمہ میں آپ کو وہ معتبر ہستیاں دکھائی دیں گی کہ جو دین اسلام میں اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان شخصیات میں صفِ اول میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں آپ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کو عشاق ، یارِ غار کے نام سے بھی جانتے ہیں سلسلہ نقشبندیہ کی تمام شاخیں سیدنا صدیقِ اکبر کے حوالے سے حضور ﷺ سے ملتی ہیں۔ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے نزدیک سلسلہ نقشبندیہ سلسلہ کو جو دوام اور مقبولیت ملی اس کی اصل وجہ بھی اس کی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نسبت ہے آپ لکھتے ہیں:

"مشائخِ نقشبندیہ اس نسبت صدیقی پر فخر کرتے ہیں اور اسے اپنے سلسلے کی صیانت و رفعت کا اسی نسبت کو سبب گر دانتے ہیں اسی نسبت کا یہ فیضان سمجھتے ہیں کہ یہ طریقہ اتباع سنت کے لیے بڑا گرم جوش ہے"[18]

اسلام، تربیتِ روح اور تصوف:

قرآن مجید میں نیز فرامینِ مصطفیٰ ﷺ میں واضح طور پر روح کا تذکرہ موجود ہے اور اسلام کی اساسی تعلیمات میں بھی روح کو فوقیت دی گئی ہے۔

تصوف سراسر روح پر بحث کرتا ہے کیونکہ انسان کی اصل اس کی روح ہے، انسان جسم مٹی ہے جس کی ایک میعاد مقرر ہے لیکن روح کو بارگاہِ ایزدی میں پیش ہونا ہے، انسان کا ہر عمل اس کی روح پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے، لہذا قریشی صاحب نے روح اور اس کی غذا پر بات کی ہے آپ نے واضح کیا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنے جسم کی ضروریات کا لحاظ رکھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی لازم ہے کہ انسان جو عمل کرے روح کی موافقت میں کرے، انسان کی روح حقیقتاً خدا اور اس کے رسول ﷺ کی جانب جانا چاہتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب اس کے سامنے اس سے متعلق بات ہو تو روح میں ایک خوشی کی لہر دوڑ اٹھتی ہے لہذا اللہ اور اس کے رسول کی بات ان شخصیات

---

[17] اسحاق قریشی، جمالِ نقشبند، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۳۶

[18] اسحاق قریشی، جمالِ نقشبند، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۴۱

کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے جو کہ ان سے محبت میں ہر مشکل دور سے گزر چکے ہوں، موجودہ دور میں یہ ہستیاں اولیا ءکاملین وصوفیا عظام ہیں، یہی روح کی تربیت کا سامان ہیں۔[19]

حقیقی صوفی کی پہچان: امر لازم:

موجودہ دورِ پر خطر میں یہ بات لازمی حیثیت اختیار کر چکی ہے کہ صوفیا کا لبادہ اوڑھے بے شمار ایسے لوگ معاشرے میں گردش کر رہے ہیں جو کسی اعتبار سے بھی صوفی کہلانے کے مستحق نہیں ہیں، لہٰذا ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اپنی کتب میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ صوفی کی تصریح قرآن کریم میں واضح الفاظ میں کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے عجز اختیار کرنے والے، خوش خلقی کا لبادہ اوڑھنے والے، خدمتِ خلق کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے والے نیز راہِ خدا میں ہر طرح کی مشکلات کا سامنا کر جانے والے کو ہی در حقیقت صوفی کہا گیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں میں یہ غلط فہمی گردش کر رہی ہے کہ علماء، صوفیا نہیں ہو سکتے اور نہ ہی صوفیا ، علماء ہو سکتے ہیں

ایسی سوچ قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ یہ عطائے ربی ہے، نیز اس کی دو مختلف اصطلاحات میں رائج صورت کی وجہ ان کے لائحہ عمل کا اختلاف ہے۔

تزکیہ نفس اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

تحقیقی مطالعہ اس بات کا شاہد ہے کہ جتنے بھی صوفیاء کرام اس دنیا میں تشریف لائے ان کی حیات کا اہم جزو تزکیہ نفس تھا انہوں نے تطہیرِ قلوب کے لیے اپنی ذات سے وہ مثالیں پیش کیں کہ اوراقِ تاریخ بھی دنگ رہ گئے۔

یہی حال حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، آج تک جتنے بھی صوفیا عظام آئے، حضرتِ شیخ ان کے امام ہیں تو سوچیے کہ جب پیروی کرنے والے تقویٰ کے انتہائی درجہ پر ہوں تو ان کے امام کا کیا عالم ہو گا۔ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تزکیہ نفس کو اپنا شعار بنالیا تھا فرماتے

---

[19] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص ۴۲

ہیں کہ ایک مرتبہ نفس نے یہ خیال کیا کہ آج کے دن کے لیے اتنی عبادت کافی ہے تو نفس کو زیر کرنے کی خاطر آپ نے اس دن ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن شریف مکمل فرمایا۔[20]

آپ کا یہ تزکیہ آپ کے طالبِ علموں کے لیے مشعلِ راہ ہے آپ نے انہیں بھی اس طرح کے تزکیہ کی لوگوں کو تلقین فرمائی، نفس کو زیر کرنے کے لیے اس پر عبادت کی مشقت ڈالنے کا یہ طرہ پھر ہر صوفی کی حیات کا لازمی جزو بن گیا۔

فکرِ ہجویری اور ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی:

حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ صوفی دنیا کا وہ سنہرا باب ہیں کہ جس کے موضوعات افکار کے باغ کو سرسبز و شاداب کرتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ نے ان افکار کی ترجمانی یوں کی ہے کہ قارئین کی سماعتیں اور روح دونوں کو جنجھوڑنے میں معاون ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ شریعت اور طریقت دونوں کو پیوست قرار دیتے ہیں نیز جو شخص اس سے فرار کی راہ اختیار کرنا چاہے اسے آپ صریح جہلاء کی فہرست میں خیال کرتے ہیں۔

داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی ہے کہ شریعت کا علم ہر شخص کی زندگی کا لازمی جزو ہونا چاہئے خواہ اسے وقتی طور پر یہ ہی کیوں نہ محسوس ہو رہا ہو کہ ان احکامات کا اس سے جز وقتی تعلق بھی نہیں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواد اور سخاوت کی بھی وضاحت فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ سخی در حقیقت وہ ہے کہ جو سوچ بچار کے بعد اپنے مال کو خرچ کرے جبکہ جوادِ اکمل وہ ہے کہ جو بے لوث ہو کر انجام کی پرواہ کیے بغیر اپنا سب کچھ لٹا دے یہی وجہ ہے کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ کریم کو سخی کہنا جائز نہیں ہے بلکہ اللہ کریم جواد ہے۔[21]

آپ علیہ الرحمۃ کے اس عمل سے اس بات کی بھی تصریح ہوتی ہے کہ جب ایک صوفی بارگاہِ خدا کی محبت میں غرق ہو کر اعمال سرانجام دیتا ہے تو وہ خود بخود تابع شریعت عمل کی نمائندگی کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے نیز آپ کے فقہی ہونے کا ثبوت نیز صوفی فقہی بھی ہو سکتا ہے بلکہ لازماً ہوتا ہے اس بات کی دلیل بھی آپ کے مسئلہ جود و سخا سے

---

[20] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۲۱۷

[21] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۱۵۱

واضح ہے۔ جہاں تک صوفیا کے جود و سخا کا معاملہ ہے تو اسے قریشی صاحب علیہ الرحمۃ نے داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی روشنی میں ان واقعات سے واضح کیا ہے کہ جس سے انسان پر وجد طاری ہو جائے۔

آپ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ جو کہ خاندانِ اہلبیت کے درخشندہ ستارے ہیں آپ کے جود و سخا کا عالم یہ تھا کہ سوالی کے دستِ سوال پھیلانے سے پہلے آپ اس کی مدد فرما دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سوالی نے آپ سے سوال کیا آپ رضی اللہ عنہ اس کی مدد فرمانے کے بعد زار و قطار رونے لگے لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے اس شخص کی مشکل کو جاننے میں تاخیر کر دی یہاں تک کہ اس کو دستِ سوال اٹھانا پڑ گیا، یہ ہے وہ جود و سخا کا عالم کہ جس کی تلقین صوفیا نے فرمائی ہے۔

نیز فکرِ ہجویری میں بھی سخاوت کے نبوی پہلوؤں کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے کہ خاندانِ مصطفیٰ ﷺ نے خود کئی کئی دن بھوک پیاس برداشت کی مگر سوالی کو خالی نہیں لٹایا، اسی کی تلقین ہمیں حضرت داتا علی ہجویری کی فکر سے ملتی ہے آپ لکھتے ہیں کہ حقیقی صوفی محض مال کی فراوانی میں خرچ کرنے کا عادی نہیں ہوتا بلکہ کچھ پاس نہ ہو تب بھی خرچ کرنے کی افکار اس کو گھیرے رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے داتا صاحب علیہ الرحمۃ کے تصورِ مشاہدہ کی بھی نہایت احسن انداز میں وضاحت فرمائی ہے، ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں صوفیا کے ہاں مشاہدے کے مدارج مختلف ہیں۔ بعض صوفیا کی رائے ہے کہ ان سے اگر کہا بھی جائے کہ دیدار کر لو تو وہ تب بھی نہیں کریں گے کہ ان کے ہاں یہ محبت کی توہین ہے۔

بعض صوفیا کی رائے یہ ہے کہ دیدار کا سوال نہیں کرنا چاہیے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی درخواست کی تھی تو اسے قبول نہیں کی گیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے درخواست نہیں کی تھی اور آپ ﷺ کو دیدار میسر آگیا۔ جبکہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ بعض لوگ دیدارِ ایزی میں اس قدر مشغول ہو چکے ہیں کہ اگر وہ دیدار نہ کریں تو وہ خود کو مسلمان قرار نہیں دیتے۔ رویت سے متعلق داتا صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دیدار کے حوالے سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ دیدارِ صوری ہے بلکہ یہ دیدار کی وہ قسم ہے جو معرفت والے ہی سمجھ سکتے ہیں عام عقلِ انسانی اس حجاب کو پار نہیں کر سکتی۔

صوفی نظریہ تعلیم:

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے صوفیاء کے ہاں موجود حقیقی نظریہ تعلیم کو واضح کیا ہے اور اس میں حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کی وضاحت کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ کوئی بھی قوم نظریہ حیات کے بغیر نہیں چل

سکتی، اور اس سلسلے میں اس نظریہ حیات میں فطری سکون کا عنصر ہونا لازمی ہے اس کے بغیر کوئی شخص بھی اس نظریہ کو پختگی سے نہیں تھام سکتا۔

تعلیم انسان کو نظریہ حیات عطا کرتی اور یہ نظریہ حیات اپنے تمام عناصر کے ساتھ انسان میں سرایت کر جاتا ہے اور انسان باطل افکار کی طرف راغب نہیں ہوتا کیونکہ دوسری اقوام کے نظریات سے انسان اسی وقت متاثر ہوتا ہے جب اسے اپنے نظریات میں اطمینان محسوس نہیں ہوتا یا کسی طور وہ ان میں تصادم کو جانچتا ہے۔[22] لیکن تعلیم سے جو نظریہ میسر آئے گا وہ مدلل ہو گا فرد کے دل و دماغ میں چلنے والے تمام سوالات کے جواب کی صورت میں ہو گا اور یوں وہ ان سے کبھی انحراف نہیں کرے گا بلکہ وہ ان کا پرچار کرنے والا بنے گا۔

تعلیم کے حوالے سے دوسرا اہم سوال جو جنم لیتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک معاشرے علوم و فنون کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے سے تعلق رکھتا ہے تو کیا ان تمام علوم کو حاصل کرنا ان پر فرض ہو گا تو اس حوالے سے قریشی صاحب نے حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو بیان فرمایا ہے داتا صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس علم کی جتنی انسان کو ضرورت ہو اس کا اتنا جاننا فرض ہے اور جو علوم شریعت اسلامی کے حوالے سے لازم ہیں ان کا سیکھنا بھی فرض ہے کیونکہ کوئی بھی شخص تمام علوم پر بیک وقت عبور حاصل نہیں کر سکتا۔ نیز ہر وہ علم بے معنی ہے کہ جس پر عمل نہ کیا جائے عمل کے بغیر علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا، لہٰذا ضروری ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ عمل پر بھی خصوصی توجہ مذکور کی جائے۔

تصوف توازن اور حسن کا سرچشمہ:

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے تصوف کو ہمہ جہت توازن میں لپٹا ہوا قرار دیا ہے، آپ کے افکار کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف اسلامی تعلیمات کے کسی ایک جز کا نام نہیں اور نہ ہی یہ کسی طور ایک پہلو سے بحث کرتا ہے بلکہ تصوف ہے ہے تمام علوم کو ان کی ضرورت اور ان کے حسن کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنے کردار سے جاگزیں کرنے کا نام ہے۔ اس حوالے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ تمام پیچیدگیوں کو ختم کرنے کرنے کے لیے کافی ہیں، آپ فرماتے ہیں:

---

[22] اسحاق قریشی، نفحاتِ تصوف، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص ۱۲۱

"جس نے علمِ فقہ حاصل کیے بغیر راہِ تصوف اختیار کی وہ زندیق ہوا اور جس نے علمِ فقہ حاصل کیا، تصوف کے راستے پر نہیں چلا وہ فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ صحیح مومن ہے"[23]

اسی حوالے سے سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے ہر وہ طریق جو سنت کے خلاف ہو مردود و باطل ہے"[24]

لہذا واضح ہوتا ہے کہ تصوف قرآن مجید کے احکامات کی پیروی، اتباع سنت نیز تمام علومِ شریعہ کی اخلاص سے بجا آوری کا نام ہے۔

تذکرہ آئمہ تصوف اور ردِ مخالفین:

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کے افکار کے مطالعہ سے یہ چیز روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ صوفیاء کرام سے والہانہ محبت و تعظیم کے انتہائی درجوں پر فائز ہیں اسی وجہ سے جہاں جہاں صوفیاء کرام اور تصوف پر سوالات اٹھے تو وہاں آپ ایک وکیل کی حیثیت سے دفاع کرتے نظر آتے ہیں اور اس دفاع کے آئینے میں آپ کی محبتِ صوفیاء کا چراغ کہیں بھی دھندلاتا ہوا نظر نہیں آتا۔

آپ نے ان لوگوں کے ابطال میں کہ جن کے خیال میں تصوف غیر اسلامی ہے اس میں ایرانی و ویدانت کے رنگ نمایاں ہیں، ااس کا جواب نہایت احسن انداز سے دیا ہے آپ نے تمام ان صوفیاء کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جو تصوف کے بانیوں میں سے ہیں اور جن کے اکار کی جھنڈا آج بھی ہدایت کا ذریعہ ہے تو کیونکر یہ ممکن ہے کہ ان کے افکار غیر دینی ہوں، آپ لکھتے ہیں:

"ابوہاشم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے صوفی کا لقب معروف ہوا، حضرت خواجہ حسن بصری اس قافلہ خیر کے امام قرار پائے کہ شریعت و طریقت کا ایسا سنگھم بنے کہ علماء و صوفیاء آپ کے در پر حاضری دیتے رہے۔۔۔ حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ پانچویں صدی کے وہ نامور بزرگ ہیں۔۔۔ کہ جو شریعت کے رموز بھی آگاہ تھے اور طریقت کی منزلوں سے آگاہ تھے۔۔۔ مولانا جلال الدین رومی جو ایسی مثنوی کے مصنف ہیں جس کو اہلِ نظر ہست قرآن در زبان پہلوی کا مقام دیتی ہے"[25]

---

[23] اسحاق قریشی، جمالِ نقشبند، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۲۱

[24] ایضاً

[25] اسحاق قریشی، جمالِ نقشبند، البغداد پرنٹرز، فیصل آباد، ص:۲۷

لہذا واضح ہوتا ہے کہ آپ نے نہ صرف اس بات کا رد کیا ہے تصوف غیر اسلامی و ایرانی بنیادیں رکھتا ہے بلکہ آپ کے اندازِ بیاں سے آپ کی صوفیا سے عقیدت بھی واضح ہوتی ہے۔

سلاسلِ طریقت غیر اسلامی یلغار کو روکنے کا ذریعہ:

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے واضح فرمایا ہے کہ سلاسلِ طریقت صرف چار سلاسل کی فہرست تک محدود نہیں ہیں بلکہ اور بھی بہت سے سلاسلِ طریقت سامنت آئے جن میں سلسلہ حبیبیاں، طیفوریاں، کرخیاں ،سقطیاں، جنیدیاں، طوسیاں اور فردوسیاں وغیرہ

ان تمام سلاسل کے وجود میں آنے کی وجہ ہر دور میں موجود لادینے یلغار تھی کہ جس کو یوں رواج پذیر دیکھنا صوفیا کو گوارہ نہ تھا لہذا اس الحاد کے طوفان کو روکنے کے لیے صوفیا کرام نے ہمہ جہت کاوشیں کیں، یہ تمام سلاسل انہی کاشوں کا ثبوت ہے مگر اپنی اثر انگیزی کے حوالے سے چار مشہور سلاسلِ طریقت کے مقابلے میں یہ سلاسل زیادہ مشہور نہ ہوئے۔

حسنِ عمل اور تصوف:

اسلام انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے اور انسان کی زندگی اس کے اعمال کا مجموعہ ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں موجود ہر تحریک اعمال کی بہتری پر زور دیتی ہے۔ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے بین انداز میں حسنِ اعمال کو تصوف کا ستون قرار دیا ہے کیونکہ صوفیا کرام نے شخصی اعمال کی بہتری کے لیے بہت سے کاوشیں کیں ہیں بلکہ اپنی پوری زندگی کو اس فرض کی ادائیگی میں صرف کر دیا ہے۔

آپ نے حسنِ کردار کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقی منازل کا تعین بھی کیا ہے آپ نے واضح کیا ہے کہ کوئی بھی عمل اس وقت حسن کی منزل تک پہنچ سکتا ہے جب ہر عمل کی سمت کو ذات مصطفیٰ ﷺ کے پیمانے پر رکھ کر بروئے کالائے گا، ہر عمل کی کسوٹی یہ ہونی چاہیے کہ کیا وہ عمل عملِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق ہے؟ جب عملِ مومن اس کسوٹی پر پورا اترے گا تبھی اعمالِ احسن کی انجام دہی ممکن ہوگی۔

اصطلاحِ تصوف اور معاندین:

تصوف کی اصطلاح کے رائج ہونے کے حوالے سے مخالفین و معاندین میں بہت سی چہ مگوئیاں شروع ہوئیں جو بعد میں ایک فتنہ پرور شورش کا نتیجہ بنیں۔ انہی چہ مگوئیوں میں سے ایک یہ تھی کہ اصطلاحِ تصوف یونانی وایرانی فلسفہ کے زیرِ اثر ہے اس میں بعض مقامات پر ہندو نظریات کی چھاپ نظر آتی ہے۔[26]

اس کے عناصر ہر لحاظ سے شریعتِ مطہرہ، فقہ اسلامی حتیٰ کہ اساسِ اسلام کے مخالف ہیں قریشی صاحب نے نہایت مفصل انداز میں اس کا ابطال کیا ہے اور اس کے دقائق کو بیان کر کہ ان تمام نظریات کو رد کیا ہے نیز ہر اسلامی دور میں موجود اصطلاحِ تصوف کے استعمالات کو واضح کیا ہے نیز بیان فرمایا ہے کہ ہر دور میں گو کہ تصوف کا با قاعدہ لفظ موجود نہیں تھا مگر روحِ تصوف بہر حال موجود تھی۔

اسی طرح آپ نے اٹھنے والے ہر فتنے کی سرکوبی کے لیے علوم کا ذخیرہ پیش کیا تاکہ تصوف جیسی عظیم تحریک کے حوالے سے کسی عام شخص کے دل میں بھی ذرابرابر بھی شکوک وشبہات نہ رہیں۔

اولیاء اور محبتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین:

جمیع اولیاء عظام کی حیات کا خاصہ محبتِ صحابہ رہا ہے، صحابہ سے محبت کا یہ زیور صرف الفاظ کی حد تک نہیں تھا بلکہ ان کے محسوسات ان کے جذبات، اعمال اور ان کی ارادت پر محیط ہے اور محبتِ صحابہ کے باعث ہی صوفی تحریک نے ازلی دوام پکڑا۔

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے داتا علی ہجوری رحمۃ اللہ علیہ کی افکار کو واضح فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اصحابِ صفہ کا تذکرہ فرمایا تو اس حوالے اس فہرست سے آپ ان اشخاص کو نکالتے گئے کہ جن کا ادنیٰ سا تعلق بھی شانِ صحابہ و خاندانِ صحابہ میں جرات کا انداز اختیار کیے ہوئے تھا اس حوالے سے آپ مسطع بن اثاثہ کو بھی شاملِ فہرست نہیں رکھتے کیونکہ وہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا پر بہتان کا ایک ادنیٰ ذریعہ بنے ہیں کہ نہ آپ رکتے اور نہ بہتان کی فضا پھیلتی۔[27]

یہ تھی صحابہ سے محبتیں کے جس نے ان ہستیوں کو دنیا سے کبھی جانے ہی نہیں دیا اور وہ آج بھی لوگوں کے قلوب پہ نقش ہیں۔

[26] اسحاق قریشی، بہارِ چشت، ص:۱۲

[27] داتا علی ہجویری، کشف المحجوب، ص:۱۴۳

ارشاداتِ صوفیااور تسخیرِ ارواح:

صوفیاء کرام کی حیات نے جہاں لوگوں کے دلوں کو موہ لیا تھا تو وہیں ان کے ارشادات، کتب اور کلام نے لوگوں کی روح کی تسخیر فرمائی اور اس بنجر کھیت کو وہ سیر ابی بخشی کہ تاریخ دنگ رہ گئی کہ جو لوگ کفر اور الحاد میں لپٹے ہوئے تھے وہ وہ دینِ اسلام کا ایک مہکتا گلاب بن گئے اور پھر گل و گلزار بنانے کا سلسہ یونہی دوام پکڑتا گیا۔

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ صوفیا کا عارفانہ کلام محبتِ مصطفیٰ ﷺ رکھنے والوں پر وجد کی کیفیت طاری کرتا ہے اور اسی طرح ان کے کلام میں موجود گہرائیاں اسرار و رموز کی وہ کانیں ہیں کہ جن سے جواہرات پھوٹے اور پھر ان کی شمع سے روح نے الست بربکم کا جواب پایا اور اسے اپنی اصلی حیثیت کا انداز ہوا کہ وہ کون تھی، کہاں سے آئی تھی اور اس کی اصل منزل کیا ہے۔

خلاصہ ونتائج

درجہ بالا تمام مباحث سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱- تمام مباحث کے دقیق علمی و تحقیقی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب صوفیاء کرام سے والہانہ محبت وعقیدت میں انتہائی درجوں پر فائز ہیں، آپ کے محسوسات میں موجود صوفیاء کی محبت آپ کے الفاظ سے جھلکتی ہے۔

۲- آپ نے تصوف سے متعلق ہر ضروری موضوع پر دلائل کے ساتھ بحث کی ہے، پھر چاہے وہ تصوف کا اصطلاحی موضوع ہو یا اس کے مدارج۔

۳- ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے مخالفین کی ان باتوں کا جواب کہ تصوف پر غیر اسلامی افکار کا غلبہ ہے نیز خانقاہوں میں ترویج اسلام کا کوئی مستقبل نہیں، منہ توڑ جواب دیا ہے۔

۴- آپ کی تحریروں سے کسی طور بھی تنقید برائے تنقید کے آثار نہیں جھلکتے حتّٰی کہ آپ نے جو مخالفین کی باطل آراء کا تذکرہ کیا تو اس میں بھی حسنِ ردِ عمل کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

۵- آپ نے وضاحت فرمائی کہ طریقت، شریعت پر چلنے کا ایک راستہ ہے لہٰذا شریعت سے متعلقہ تمام علوم طریقت کے زیرِ بحث آئیں گے۔

۶- آپ نے نہایت احسن انداز میں تمام سلاسلِ طریقت کے مشائخ کے تعارف اور ان کی حقیقی منزلت کو واضح فرمایا ہے کہیں بھی تعصب نظر نہیں آتا۔